ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

شیخ ابوبکر الرّبیع بن صَبیح البصری ثم السندی

برعظیم پاک و ہند میں عربی و اسلامی علوم کی تاریخ کا پہلا باب بلاشبہ خطۂ تاریخ ساز و مردم خیز اسلامی سندھ ہی ہے جسے بجا طور پر باب الاسلام کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سرزمین سندھ پر اسلامی خلافت کی براہِ راست حکمرانی اور بعد میں مقامی طور پر نیم خود مختار عرب حکومتوں کا عرصہ اگرچہ مختصر اور سیاسی لحاظ سے چنداں اہم یا دُوررس و دیرپا نتائج کا حامل نہ سہی لیکن علمی و ادبی اعتبار سے اس خطۂ پاک میں یہ مختصر مدت بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے، مگر افسوس تو اس بات کا ہے کہ برعظیم میں عربی و اسلامی علوم کے اس اوّلین باب کی تاریخ کو پورے طور پر محفوظ کرنے کی کوشش نہ ہو سکی اور ہمارے مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے صرف مبہم اور مجمل اشارات پر اکتفا کیا ہے۔ بایں ہمہ ان اشارات کے ضمن میں بعض انمٹ اور غیر فانی نقوش بھی مل جاتے ہیں جو یقیناً ہماری علمی و ادبی تاریخ کی زینت ہیں۔ شیخ ابوبکر الربیع بن صبیح السعدی البصری ثم السندی کا نام بھی انہی انمٹ نقوش اور غیر فانی ہستیوں میں سے ایک ہے جن کا تذکرہ سندھ کی تاریخ کا ایک جزو بن گیا ہے۔

شیخ الربیع کا تعلق موالی کے گروہ سے ہے، موالی (جس کا واحد مولیٰ ہے اور عربی میں یہ لفظ کبھی آقا کے لیے، کبھی آزاد کردہ غلام کے لیے، کبھی چچازاد بھائی کے لیے اور کبھی دوست یا تعلق دار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے) وہ غیر عربی النسل لوگ تھے جنھوں نے اسلام کا حلقہ بگوش ہو کر ملتِ اسلامیہ میں شمولیت اختیار کی۔ اسلام کے ابتدائی ادوار میں منصبِ تبلیغ اسلام چونکہ عربوں کے حصے میں آیا تھا اس لیے جو غیر عرب کسی عرب مسلمان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا تھا وہ اس کا مولیٰ کہلاتا تھا جس سے مقصود یہ ہوتا تھا کہ یہ شخص فلاں عرب قبیلے کے مسلمان کے ذریعے کفر و شرک کی غلامی سے آزاد ہو کر ملتِ اسلامیہ کا دوست اور فرزند قرار پا گیا ہے۔ بعد میں یہ غیر عرب

نومسلم اور اس کی اولاد اسی قبیلے کی نسبت سے مشہور و متعارف ہوتے تھے۔ شیخ ابوبکر الربیع بن صبیح کو چونکہ بنوسعد بن زید مناۃ کی وِلا (مولیٰ ہونا) حاصل تھی، اس لیے وہ السعدی کی نسبت سے مشہور و متعارف تھے۔[1] شیخ ابوبکر مذکور کے والد کا عربی نام (صَبِیْح یا صُبَیْح، مولانا رشد اللہ شاہ سندھی نے کشف الاستار عن رجال معانی الآثار للطحاوی میں بفتح الصاد المہملۃ ضبط کیا ہے اور تہذیب التہذیب کے حاشیہ پر بھی یہ نام یونہی ضبط کیا گیا ہے۔ ترمذی شریف کی شرح تحفۃ الاحوذی میں بھی بفتح الصاد ضبط ہوا ہے۔ امام بخاری کی التاریخ الکبیر میں بھی بفتح الصاد ہے۔[2] البتہ مشہور مستشرق ڈیخویہ نے تاریخ طبری میں دو جگہ بضم الصاد مشکول کیا ہے لیکن اس کی بنیاد معلوم نہیں ہو سکی۔ البلاذری نے فتوح البلدان میں شیخ کے والد کا نام صُبَیح لکھا ہے۔[3] یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان کے والد بزرگوار بھی مسلمان تھے، کتب اسماء رجال میں چونکہ شیخ کے دادا کا نام کہیں بھی مذکور نہیں، اس لیے ظاہر ہوتا ہے کہ شاید ان کے دادا حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے ہوں۔ تاہم یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

شیخ کی مشہور کنیت تو ابوبکر ہی ہے لیکن بعض کتب تراجم اور تذکروں میں ابوحفص بھی کنیت مذکور ہوئی ہے۔[4] شیخ کے نام کے ساتھ "البصری" بطور صفتِ نسبتی تقریباً تمام تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انھوں نے زندگی کا بیشتر حصہ بصرہ میں بسر کیا اور یہیں تعلیم و تربیت حاصل کی۔ اسلام کی ابتدائی صدیوں میں بصرہ اور کوفہ کو علوم و آداب کے مراکز کی حیثیت سے خاص شہرت و امتیاز حاصل تھا۔ شیخ ابوبکر ربیع بن صبیح السعدی البصری ثم السندی نے بھی بصرہ کے اہل علم و کمال سے تعلیم و تربیت حاصل کی۔ چنانچہ ان کے شیوخ و اساتذہ کی اکثریت کا تعلق بصرہ ہی سے ہے۔[5] یہ وہ زمانہ تھا کہ جب امام المتصوفین شیخ ابوالحسن البصری رحمۃ اللہ علیہ بصرہ میں رونق افروز تھے اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ روحانیت و تصوف

---

[1] تہذیب التہذیب ۳ : ۲۴۷

[2] تحفۃ الاحوذی ۴: ۸۲، التاریخ الکبیر

[3] تاریخ الطبری ۳ : ۴۷۶، ۱۴۹۱

[4] تہذیب التہذیب ۳ : ۲۴۷

[5] ایضاً

کا حلقہ بھی قائم تھا۔ شیخ ابو بکر الربیع بن صبیح نے بھی اس عظیم صوفی و زاہد سے پورا پورا استفادہ کیا بلکہ امام ابوالحسن البصری کے خاص مقرب ساتھیوں میں ان کا شمار ہونے لگا۔ چنانچہ تذکرہ نگار انھیں صاحب الحسن البصری (حسن بصری کا ساتھی) اور شاگرد کے خطابات سے نوازتے ہیں[1]

تذکرہ نگاروں نے شیخ ابو بکر کے خصوصی اوصاف میں عابد یا عبادت گزار کے ساتھ ساتھ مجاھد فی سبیل اللہ بھی ذکر کیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ طاعت و زہد کے ساتھ ساتھ شیخ کو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے شہادت کا شوق بھی تھا۔ اس کے ثبوت کے دو واقعات بطور سند پیش کیے جا سکتے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ تو البلاذری نے فتوح البلدان میں ذکر کیا ہے عبادان کے شہر کی فتح اور اس کے دفاعی انتظامات کے ضمن میں وہ ہشام بن الکلبی کا قول نقل کرتا ہے کہ عبادان میں سب سے پہلے جس شخص نے فوج رکھنے کا بندوبست کیا وہ عباد بن الحصین تھا۔ ابن الکلبی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ مشہور فقیہ الربیع بن صبیح (جو بنو سعد بن زید کے موالی تھے) نے اہل بصرہ سے مال جمع کر کے عبادان کے دفاعی انتظامات کیے اور وہاں فوج رکھنے کا انتظام کیا[2]۔ البلاذری کی یہ مجمل اور غیر واضح سی روایت ہے کہ شیخ الربیع نہ صرف یہ کہ ایک ذی علم فقیہ کی حیثیت سے مشہور و متعارف تھے بلکہ اہل بصرہ میں مقبول و معتمد علیہ بھی تھے اور عساکر اسلام کے انتظام اور انصرام جیسے اہم فرائض انجام دیتے رہے۔ البتہ اس روایت سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ کسی قائد لشکر کے ماتحت عبادان کے دفاع اور حفاظتِ انتظامات کا فریضہ انجام دیتے رہے یا مستقل حیثیت میں اس منصب پر فائز تھے۔

اس سلسلے کا دوسرا تاریخی واقعہ تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مشہور مؤرخ ابن جریر الطبری کے علاوہ حافظ شمس الدین الذہبی اور ابن العماد الحنبلی وغیرہ[3] نے بھی بیان کیا ہے۔ ۱۶۰ھ میں ایک مسلمان سپہ سالار عبد الملک بن شہاب الدین المسمعی کی قیادت میں ایک لشکر بلادِ ہند میں جہاد کے

---

[1] فتوح البلدان ص ۴۵۳، العبر ۱: ۲۳۵، شذرات الذہب ۱: ۲۴۷

[2] فتوح البلدان ص ۴۵۳

[3] تاریخ الطبری ۳: ۴۷۶، العبر ۱: ۲۳۵، شذرات الذہب ۱: ۲۴۷

یے بھیجا گیا۔ اس لشکر کی بہت بڑی تعداد رضاکار مجاہدین پر مشتمل تھی جو بصرہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان کی روانگی اور سفر کا انتظام اس زمانے کے امیر البصرہ محمد بن سلیمان نے کیا تھا۔ اس رضاکار فوج میں شیخ ابوبکر الربیع بن صبیح السعدی البصری ثم السندی بھی شامل تھے۔ بلاد ہند میں سے جس شہر پر اس لشکر نے حملہ کیا تھا طبری نے اس کا نام "باربد" لکھا ہے لیکن الذہبی اور ابن العماد نے نام نہیں لکھا صرف مدینة کبیرة بالهند (ہند کا ایک بہت بڑا شہر) لکھا ہے۔ طبری کا بیان ہے کہ عبد الملک کی قیادت میں جب یہ فوج "باربد" پہنچی تو ایک دن کے توقف کے بعد مقابلہ شروع ہوا جو دو دن تک جاری رہا۔ مسلمان مجاہدین نے اس میں منجنیقیں بھی استعمال کیں اور دیگر اسلحہ بھی کام میں لایا گیا۔ مسلمان مجاہدین ایک دوسرے کو آیاتِ قرآنی اور وعظ و تذکیر کے ذریعے جوش دلا کر مجتمع ہو کر ٹوٹ پڑے۔ حملہ اس قدر شدید تھا کہ باربد کے لوگ اس کی تاب نہ لا سکے اور مسلمان مجاہدین کے گھوڑے شہر کے تمام دروازوں سے دندناتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ شہر کے بت پرست اپنے بت کے سامنے سربسجود ہو گئے پھر بعض نے آگ جلا کر خود کو اس میں بھسم کر دیا اور بعض نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور مارے گئے۔ اس موقع پر شہر کے تمام لوگ یا قتل ہو گئے یا قیدی بنا لیے گئے لیکن مسلمان مجاہدین میں سے بیس کے قریب افراد نے جام شہادت نوش کیا۔

مجاہدین کا یہ لشکر جب واپس ہونے لگا تو سمندر میں اس وقت شدید طوفان برپا تھا اس لیے انھیں کچھ دیر وہیں انتظار کرنا پڑا۔ لیکن اسی اثنا میں وہ مُنہ کی ایک بیماری میں مبتلا ہو گئے جس کے نتیجے میں ایک ہزار کے قریب مجاہدین لقمۂ اجل بن گئے۔ ان مرنے والوں میں شیخ ابوبکر الربیع بھی شامل تھے۔

تمام مؤرخین اور تذکرہ نگار اگرچہ اس بات پر متفق ہیں کہ شیخ ابوبکر الربیع بن صبیح السعدی البصری ثم السندی اسی رضاکار مجاہدین کے لشکر میں شامل تھے اور ۱۶۰ھ میں غریب الوطنی میں ہی وفات پائی لیکن جائے وفات اور مدفن کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن العماد اور حافظ الذہبی کا قول تو یہ ہے کہ: توفی فی غزوة الهند فی الرجعة البحر (یعنی وہ غزوۂ ہند سے واپسی پر سمندر میں فوت ہوئے) البلاذری کا قول بھی یہی ہے کہ وہ واپسی پر سمندر میں فوت ہوئے۔ فدفن فی جزیرة من الجزائر (چنانچہ وہ کسی جزیرہ میں دفن ہوئے) ابن سعد کے ایک قول سے بھی اس بات کی تائید ہوتی ہے جیسے حافظ ابن حجر نے نقل کیا ہے۔ لیکن محمد ابن جریر الطبری نے مجاہدین

کے اس لشکر کے تمام وقائع مفصل قلمبند کیے ہیں اور وضاحت سے لکھا ہے کہ شیخ مذکور لشکر کی واپسی سے قبل ہی ایک وبائی مرض کا شکار ہو گئے تھے۔ حافظ ابن حجر نے محمد ابن المثنیٰ کا ایک قول نقل کیا ہے[1] جس سے واضح ہوتا ہے کہ شیخ ابو بکر لشکر کی واپسی سے قبل فوت ہو گئے تھے اور ان کی جائے وفات سرزمین سندھ ہے۔ امام بخاری نے بھی کتاب الضعفاء الصغیر میں وضاحت سے اس قول کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ مات سنة ۱۶۰ھ بارض السند[2] (وہ ۱۶۰ھ میں سرزمین سندھ میں فوت ہوئے)

گزشتہ سطور میں یہ مذکور ہو چکا ہے کہ شیخ ابو بکر الربیع بن صبیح ایک مجاہد فی سبیل اللہ اور غازی ہونے کے علاوہ ایک عابد و زاہد اور صوفی بھی تھے اور علوم اسلامیہ خصوصاً علم الحدیث میں بھی ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ علوم ظاہریہ کے علاوہ باطن کی اصلاح و تربیت کا زیادہ تر حصہ حضرت حسن البصری رحمۃ اللہ علیہ کا مرہون منت ہے، یہی وجہ ہے کہ تقریباً تمام تذکرہ نگار الربیع کا ذکر کرتے وقت یہ بات لازمی طور پر ذکر کرتے ہیں کہ وہ حسن بصری کے مصاحب اور شاگرد رشید ہیں بلکہ بعض تذکرہ نگار تو الربیع نام کے دیگر رجالِ حدیث سے انھیں ممتاز کرنے کے لیے "الربیع صاحب الحسن" (یعنی وہ الربیع جو امام حسن بصری کے ساتھی تھے) یا "یروی عن الحسن" (یعنی وہ الربیع جو حضرت حسن بصری سے روایت کرتے ہیں) لکھ دیتے ہیں۔[3] البلاذری نے شیخ ابو بکر الربیع بن صبیح کے نام کے ساتھ امتیازِ خصوصیت "الفقیہ" (یعنی فقہ اسلامی کا عالم اور قانون دان) بیان کی ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیخ مجاہد و صوفی ہونے کے علاوہ ایک صاحب علم و فضل اور فقیہ کی حیثیت سے بھی مشہور و متعارف تھے۔

علم الحدیث کے میدان میں بھی شیخ الربیع بن صبیح کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے اور اس سلسلے میں ان کی خدمات کا اعتراف سب نے کیا ہے۔ امام ترمذی نے ابو بکر الربیع بن صبیح کی ایک حدیث اپنی کتاب میں نقل کی ہے جو فضائلِ قرآن کے ضمن میں وارد ہوئی ہے جس کی سند یوں ہے: امام

---

[1] العبرا: ۲۳۵، شذرات الذہب ۱: ۲۴۷، تہذیب التہذیب ۳: ۲۴۷، تاریخ الطبری ۳: ۴۷۶ – فتوح البلدان ص ۴۵۳ –

[2] کتاب الضعفا ص ۱۰۹

[3] فتوح البلدان ص ۴۵۳، العبرا: ۲۳۵

ترمذی کہتے ہیں: حدثنا ابوکریب اخبرنا وکیع عن ربیع وھو ابن صبیح وحماد بن سلمة عن ابی غالب" حدیث کا متن یہ ہے کہ ابو غالب مذکور نے حضرت ابو امامۃ الباہلی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جب وہ (ابو امامہ) نے دمشق کے عام راستوں پر مقتول خارجیوں کے سر لٹکے ہوئے دیکھے تو کہنے لگے: جہنم کے کتے! آسمان کے نیچے یہ بدترین مقتول ہیں اور بہترین مقتول وہ بے گناہ مسلمان تھے جو ان کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ پھر انھوں نے سورہ آلِ عمران کی یہ آیت تلاوت کی: يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوهٌ..... یعنی قیامت کے دن بعض چہرے روشن اور بعض سیاہ ہوں گے الخ۔ ابو غالب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو امامہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے؟ وہ کہنے لگے "اگر میں نے یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بار، دو بار، تین بار چار بار (حتیٰ کہ انھوں نے سات کا عدد بھی استعمال کیا) نہ سنا ہوتا تو یہ بات میں تم سے کبھی بیان نہ کرتا۔" امام ترمذی کے علاوہ امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ نے بھی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ والی یہ حدیث مختلف طریقوں سے روایت کی ہے[1]

طبری نے اپنی تاریخ میں شیخ ابوبکر الربیع بن صبیح کی زبانی حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "لیس للفاسق المعلن بالفسق غیبۃ ولا لاھل الاھواء والبدع ولا للسلطان الجائر غیبۃ" (تین اشخاص کی غیر موجودگی میں ان کی برائی بیان کرنا غیبت میں داخل نہیں، ایک وہ فاسق جو علانیہ فاسقانہ اعمال کا ارتکاب کرے، دوسرے اہل ہوس و بدعت اور تیسرا ظالم حکمران) [2]

مشہور محدث امام رامہرمزی نے اپنی کتاب المحدث الفاصل میں ذکر کیا ہے کہ بصرہ کے اہل علم میں ابوبکر الربیع بن صبیح وہ پہلے شخص ہیں کہ جنھوں نے کتاب تصنیف کی، حاجی خلیفہ نے اہل اسلام میں سے اوّلین مصنف کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس باب میں علما کا اختلاف ہے کہ امت اسلامیہ میں سب سے پہلے کتاب تصنیف کرنے کا شرف کسے حاصل ہے۔ خطیب بغدادی کا خیال یہ ہے

---

[1] تحفۃ الاحوذی ۴: ۸۲، ابن ماجہ ۱: ۳۸

[2] تاریخ الطبری ۳: ۲۴۹۱

کہ اسلام کا سب سے پہلا مصنف امام عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریج الاموی المکی متوفی ۱۵۵ھ یا امام ابوالمنصر سعید بن ابی عروبہ مہران الیشکری البصری متوفی ۱۵۷ھ ہے۔ لیکن امام ابو محمد رامہرمزی کا قول ہے کہ اسلام کا اوّلین مصنف ہونے کا شرف ابو بکر الربیع بن صبیح متوفی ۱۶۰ھ کو حاصل ہے۔ بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ مدینہ میں سب سے پہلے امام مالک بن انس نے کتاب الموطا تصنیف کی۔ مصر میں سب سے پہلے مصنف عبد اللہ بن وہب، یمن میں معمر اور عبد الرزاق، کوفہ میں امام سفیان ثوری اور محمد بن فضیل بن غزوان، بصرہ میں حماد بن سلمہ اور روح بن عبادہ اور خراسان میں عبد اللہ بن مبارک ہیں [۱]

امام احمد بن حنبل کے فرزند عبد اللہ کا بیان ہے کہ میرے والد ماجد کہا کرتے تھے کہ الربیع بن صبیح ایک نیک اور صالح آدمی ہیں اور ان کی حدیث لے لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہی عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ یحییٰ ابن معین سے المبارک بن فضالہ کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگے کہ وہ ضعیف الحدیث ہیں اور ان کا ضعف بھی الربیع بن صبیح کے ضعف کی مانند ہے۔ عثمان الدارمی کا بیان ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے المبارک بن فضالہ اور الربیع بن صبیح کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ میں ان دونوں کی روایت کا اعتراف نہیں کرتا۔ خود عثمان الدارمی کی رائے یہ ہے کہ حضرت حسن بصری سے جب المبارک اور الربیع روایت کریں تو میں اوّل الذکر کو برتر اور قابل ترجیح خیال کرتا ہوں۔ ابو زرعہ الدمشقی اور ابو حاتم الرازی شیخ الربیع کو "صالح صدوق" (نیک اور سچا) قرار دیتے تھے۔ ابو الولید الطیالسی کا قول ہے کہ المبارک بن فضالہ اگرچہ تدلیس (سند میں اپنے استاذ کا نام حذف کر دینا اور ظاہر کرنا کہ استاذ الاستاذ سے میں نے خود بلا واسطہ سنا ہے) کرتے تھے لیکن شیخ ابو بکر الربیع بن صبیح تدلیس نہیں کرتے تھے۔ ابو داؤد الطیالسی نے ابو الولید الطیالسی مذکور سے روایت کیا ہے کہ جب کبھی کسی نے الربیع بن صبیح کی شخصیت کے بارے میں کلام کیا وہ (یعنی الربیع) اس (کلام کرنے والے) سے برتر تھے [۲]

---

[۱] کشف الظنون ۱: ۲۴۰، نزہۃ الخواطر ۱: ۳۱

[۲] تہذیب التہذیب ۳: ۲۴۷

محمد بن عبد اللہ ابن عمار الموصلی کا بیان ہے کہ یحییٰ بن سعید الربیع بن صبیح کو پسند نہیں کرتے تھے (کان لا یرضاہ) ابن المدینی کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ یحییٰ بن سعید سے کہا تھا کہ میرے خیال میں آپ الربیع بن صبیح سے کچھ بھی روایت نہیں کرتے؟ اس پر یحییٰ ابن سعید کہنے لگے، نہیں، اور المبارک بن فضالہ مجھے الربیع سے زیادہ پسند ہے۔ شعبہ بن الحجاج البصری العتکی متوفی ۱۶۰ھ، جو بقول سفیان الثوری امیر المومنین فی الحدیث اور عراق میں سنت کے اولین محافظ تھے، الربیع بن صبیح کے معاصرین میں سے تھے اور بصرہ کے علمی حلقوں میں انھیں بہت اونچا مقام حاصل تھا۔ وہ شیخ الربیع کا ذکر بڑی تعظیم واحترام کے ساتھ کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ الربیع من سادات المسلمین (مسلمانوں کے سرداروں میں سے) ہیں، کتاب الضعفاء کے مصنف العقیلی نے بھی شیخ الربیع کے لیے یہی لفظ استعمال کیے ہیں۔[1]

شیخ الربیع کے بارے میں متاخرین علماء حدیث نے جو آرا ظاہر کی ہیں ان میں سے ابن ابی شیبہ اور ابن حبان کی رائے جہاں متوازن ہے وہاں شیخ الربیع بن صبیح کا مقام متعین کرنے میں بھی مدد دیتی ہے۔ ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ: ھو عندنا صالح ولیس بالقوی (ہمارے نزدیک وہ ہیں تو صالح مگر قوی نہیں ہیں)۔ ابن حبان کا قول یہ ہے کہ: کان من عباد البصرۃ وزھادھم وکان یشبہ بیتہ باللیل ببیت النحل من کثرۃ التھجد، الا ان الحدیث لم یکن من صناعتہ، فکان یھم فیما یروی حتی وقع فی حدیثہ المناکیر من حدیث لا یشعر لا یعجبنی الاحتجاج بہ اذا انفرد۔ (الربیع بن صبیح بصرہ کے عبادت گزار زاہدوں میں سے تھے کثرتِ تہجد کے باعث رات کو ان کا گھر شہد کی مکھیوں کے گھر کی طرح لگتا تھا۔ مگر روایتِ حدیث ان کا فن نہیں تھا چنانچہ اپنی روایات میں وہم کرتے تھے یہاں تک کہ ان کی حدیثوں میں لاشعوری طور پر بعض ناپسندیدہ باتیں شامل ہو گئیں، اس لیے جب کسی روایت میں وہ تنہا ہوں تو اس پر اعتماد کرنا مجھے اچھا نہیں لگتا)۔[2]

---

[1] شذرات الذہب ۱: ۲۴۷، العبر ۱: ۲۳۵، تہذیب التہذیب ۳: ۲۴۸

[2] تہذیب التہذیب ۳: ۲۴۸

کسی علمی شخصیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاتا ہے کہ اسے کس قسم کے لوگوں کی رہنمائی حاصل تھی اور اس نے خود اپنی رہنمائی میں کس قسم کے لوگ تیار کیے۔ شیخ ابوبکر الربیع بن صبیح السعدی البصری کے بارے میں یہ تو پیچھے گزر چکا ہے کہ انھوں نے حضرت ابوسعید الحسن بن یسار الانصاری البصری متوفی ۱۱۰ھ سے ظاہری علوم کے علاوہ باطنی فیض بھی حاصل کیا تھا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ جن لوگوں سے شیخ الربیع نے کسبِ فیض کیا وہ بھی یگانہ روزگار ہستیوں میں سے تھے۔ شیخ کے اساتذہ میں سے حضرت عطا بن اسلم القرشی المکی، امام التفسیر حضرت ابوالحجاج مجاہد بن جبیر المخزومی المکی ۱۰۴ھ، ابو محمد ثابت بن اسلم البنانی البصری متوفی ۱۲۱ھ، ابو غالب سعید بن الحزور البصری صاحب ابی امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ، ابو زبیر محمد بن مسلم بن تدرس الاسدی المکی متوفی ۱۲۶ھ اور ابو عمرو یزید بن ابان الرقاشی البصری متوفی ۱۲۰ھ کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں[1]

جن لوگوں نے شیخ ابوبکر الربیع بن صبیح سے استفادہ کیا ان میں بھی بڑے جلیل القدر اہل علم کے نام آتے ہیں مثلاً ابو عبد الرحمن عبد اللہ ابن المبارک المروزی الحنظلی جو ایک مشہور صوفی اور فقیہ تھے، ابو الحسن آدم بن عبد الرحمن الخراسانی العسقلانی متوفی ۲۲۱ھ، ابو سلیمان داؤد بن المحبر بن قحذم الثقفی البکراوی البصری متوفی ۲۰۶ھ، ہشام بن عبد الملک الباہلی الطیالسی متوفی ۲۰۴ھ۔ امام ابو عبد اللہ سفیان بن سعید الثوری الکوفی متوفی ۱۶۱ھ۔ ابو سعید عبد الرحمن بن مہدی العنبری البصری متوفی ۱۹۸ھ ابو سفیان وکیع بن الجراح الکوفی متوفی ۱۹۷ھ (جو حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے تھے)۔ ابو الحسن عاصم بن علی التیمی الواسطی متوفی ۲۲۱ھ اور ابو الولید الطیالسی۔

---

[1] تہذیب التہذیب ۳: ۲۴۷، نزہۃ الخواطر ۱: ۱۰۳